# قحط سالی اور دیگر قدرتی آفات: تدارک اور عملی اقدامات

## (اسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں)

## Famines and Natural Disasters: Termination and Practical Steps in the Light of Sīrat Al-Nabi (SAW)

عبدالغفار*

Pakistan is under the cloud of famines and natural disasters. Specially, most of the regions of Baluchistan and Sindh are directly affected. Land is barren due to shortage of water. Load shedding has shattered daily routine of life. Lack of food and environmental pollution has given birth to numerous diseases. There is a dire need to discover real causes and remedial measures. When the Holy Prophet (SAW) laid down the foundation stone of Madīna as an Islamic State, the problems of lack of food, over population and issues of immigrants were common, which were settled with strong planning. As a result, in a few years, Madīna Munawwrah emerged on the map of the world as a perfect welfare state. In this article, different suggestions are given for making Pakistan such a safe and developed country by keeping in mind those practical implications and planning adopted by the mercy for mankind, Muhammad (SAW).

اقوام متحدہ کے ادارۂ برائے خوراک و زراعت (FAO) کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ موسمیاتی تبدیلیوں کے مضر اثرت کے باعث سب سے زیادہ وسائل خوراک کی سلامتی شدید زد میں ہے۔ اسی رپورٹ میں یہ بھی خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا کی آبادی ۲۰۵۰ء تک ۹.۶ بلین ہو جائے گی، جس کیلئے مطلوبہ غذائی وسائل کو یقینی بنانے کیلئے موسمیاتی تبدیلیوں کے مہلک اثرات پر قابو پانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جسے نظر انداز کرنے والے ممالک بری طرح غذائی قلت سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ روز بروز بڑھتی ہوئی آلودگی میں اس قدر اضافہ ہو گیا ہے کہ بڑے چھوٹے شہر تو درکنار دنیا بھر میں سالانہ ۸.۱ بلین ڈالرز کی مہلک زہروں کے فصلوں پر اندھادھند

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور۔

سپرے سے دیہی علاقوں کی فضا بھی بری طرح آلودہ ہو رہی ہے۔ مہلک زہروں کے بڑھتے ہوئے سپرے اور کیمیاوی کھادوں کے اثرات ماحولیاتی آلودگی کو بڑھاتے ہوئے سانس کی بیماریوں میں دمہ، ٹی بی، سینے میں درد، نزلہ، زکام، بلڈ پریشر، ہیپاٹائٹس، جلدی امراض، امراض چشم، الرجی اور کینسر جیسے مہلک امراض میں انسان ہی کو مبتلا کرنے کا سبب نہیں بن رہے بلکہ حیوانوں میں بھی کئی خطرناک امراض کو جنم دے رہے ہیں۔ بد قسمتی سے پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں پر درختوں کی اندھا دھند کٹائی اور نئی شجر کاری میں توازن بہت بری طرح بگڑ رہا ہے۔ جنگلات کے حوالے سے مطلوبہ تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے درخت اگانا ضروری ہے، مگر ہمارے ہاں یہ تناسب بہت کم ہو رہا ہے۔

ارضِ پاکستان پر اس وقت بھوک اور پیاس کے بادل منڈلا رہے ہیں، ملک کے کئی حصے خشک سالی کی زد میں ہیں۔ خاص طور پر صوبہ سندھ اور بلوچستان کے اکثر حصے قحط کی لپیٹ میں ہیں۔ کئی ہزار ایکڑ زرعی رقبہ بنجر ہو چکا ہے۔ گھاس اور پانی کی کمی سے مویشیوں کی ہلاکتیں ہو رہی ہیں۔ صنعت اور زراعت پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ اس کے اسباب اور ان کے حل کیلئے عملی اقدامات کیا ہیں؟ اس پر بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں بلکہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ماضی کی طرح اس عذابِ الٰہی کی توجیہ اور اس کے اسباب و عوامل اور علاج کی تدبیریں بھی خالصتاً مادّی اور ظاہری رخ کو سامنے رکھ کر کی جا رہی ہیں اور اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ اس ساری صورتحال کے پیچھے قدرت کا ہاتھ بھی کارفرما ہو سکتا ہے۔

اصل اسباب اور وجوہات کی طرف توجہ دینا اور ان کو حل کرنا شاید کوئی اپنی ذمہ داری ہی تصور نہیں کرتا۔ حسبِ روایت ہر نئی حکومت سابقہ حکمرانوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا کر بزعم خود اپنا فرض پورا کر لیتی ہے اور اس حوالے سے ٹی وی اور ریڈیو پر چند مذاکرے کروا کر، اخبارات میں چند خبریں لگوا کر اور قومی خزانے سے قحط زدگان کی اِمداد کم اور تشہیر زیادہ کر کے حکومتیں گویا اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے دیتی ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے بہرحال ہمارا فرض ہے کہ ان مشکلات کے سدباب اور عملی اقدامات کے لئے ہم اپنے دین سے رہنمائی حاصل کریں۔ اس غرض سے مقالہ ہذا میں قحط سالی اور قدرتی آفات کے تدارک کیلئے عملی اقدامات اسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں جاننے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ تاہم اس کے کچھ باطنی اسباب ضرور پیش نظر رہنے چاہئیں۔ جن میں سے بہت ہی اہم، برے اعمال اور ربّ کی نافرمانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں

فرمایا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [۱] (خشکی اور تری میں لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے فساد پھیل گیا تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے بعض برے اعمال کی سزا انہیں دنیا میں چکھادے، شاید کہ لوگ برے اعمال سے باز آجائیں)۔

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ [۲] (اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو تمہارے ہاتھوں نے جو کیا اس کی سزا میں اور وہ (اللہ) بہت (سے قصور) معاف کر دیتا ہے)۔

﴿وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللهِ فَأَذَاقَهَا اللهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [۳] (اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن واطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا۔ تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے)۔

مذکورہ دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ دنیا میں خشک سالی، قحط، سیلاب، زلزلے، طوفان، اندرونی وبیرونی جھگڑے اور فسادات یا معاشی و اقتصادی اور اخلاقی بدحالی کی کوئی بھی شکل ہو، یہ سب انسان کے اپنے اعمال ہی کا نتیجہ ہے اور یہ ساری مصیبتیں اور آزمائشیں انسان پر اس لئے آتی ہیں کہ انسان ان سے عبرت حاصل کرے اور انہیں اپنی اصلاح کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنے حالات میں مثبت تبدیلی پیدا کرے۔

آج اگر ہم اپنے حالات پر نظر ڈالیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں تو حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی برائی نہیں جسے ہم نے من حیث القوم سینے سے نہ لگایا ہو۔

آج وطن عزیز قحط سالی اور قدرتی آفات کی لپیٹ میں ہے۔ کئی زمینیں اور بستیاں ویران و غیر آباد ہو چکی ہیں۔ بعض علاقوں میں انسان اور جانور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں قرآن ہمیں یہ بات یاد دلاتا رہتا

---

۱۔ سورۃ الروم، ۴۱۔

۲۔ سورۃ الشوریٰ، ۳۰۔

۳۔ سورۃ النحل، ۱۱۲۔

ہے کہ اجتماعی گناہ عذاب الٰہی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾[1] (آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی (قومِ عاد) اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا (قومِ ثمود) اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا (قارون) اور کسی کو غرقِ آب کر دیا (فرعون، ہامان اور قومِ نوح)... اللہ تو ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے)۔ اور دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾[2] (بے شک اللہ کسی پر ذرّہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا)۔

جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر اُتر آئے اور اجتماعی سرکشی و بغاوت شروع کردے تو وہ قوم صفحۂ ہستی سے جلد ہی مٹ جایا کرتی ہے: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾[3] (اور کتنی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جنہوں نے اپنے ربّ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہم نے سختی سے ان کا حساب لیا اور ان کو برے عذاب (بیماری قحط وغیرہ) میں پھنسا دیا، بالآخر انہوں نے اپنے برے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے برے کاموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملیامیٹ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت ترین عذاب تیار کر رکھا ہے، عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ)۔

اہم بنیادی اسباب جاننے کے بعد ذیل میں چند ایسے عملی اقدامات کا تذکرہ کیا جائے گا جن کو رسول اکرم حضرت محمد ﷺ نے اختیار فرمایا کہ جن کی وجہ سے ہم ایسے عذابوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

---

۱- سورۃ العنکبوت، ۴۰۔

۲- سورۃ النساء، ۴۰۔

۳- سورۃ الطلاق، ۸-۱۰۔

## ناپ تول میں کمی بیشی سے بچنا، زکوٰۃ کی ادائیگی کو معاشرے میں پروان چڑھانا:

جو قوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں کو پوجنے لگے اور ماپ تول میں کمی بیشی کرنا شروع کر دے تو ایسی قوم بھی بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہے۔ سورۂ ہود میں اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دیتے رہے اور ماپ تول میں کمی بیشی سے منع کرتے رہے لیکن ان کی قوم نے صاف کہہ دیا کہ اے شعیب! علیہ السلام ہم تیرے کہنے پر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے اور ماپ تول میں کمی بیشی سے بھی باز نہیں آسکتے حضرت شعیب علیہ السلام کے بار بار نصیحت کرنے اور سمجھانے کے باوجود جب قوم باز نہ آئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ﴾[1] (میری قوم! تم اپنی جگہ جو کرتے ہو، کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کی لپیٹ میں کون آتا ہے اور جھوٹا کون ہے)۔

پھر قومِ شعیب پر عذابِ الٰہی کا کوڑا برسا اور زوردار آواز نے ان کے کلیجے چیر دیئے اور وہ ایسے ختم کر دیئے گئے جیسے وہ وہاں کبھی آباد ہی نہیں رہے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ماپ تول میں کمی بیشی کوئی معمولی نہیں بلکہ سنگین جرم ہے اور اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ پیداوار میں کمی کر کے قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو لوگ ماپ تول میں کمی بیشی کریں گے: اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار کم کر دے گا اور ان پر قحط مسلط فرما دے گا)۔[2]

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو بے شمار تاجر ایسے ملیں گے جو اس گھناؤنے جرم کو اپنی ذہنی ہوشیاری اور چالاکی سمجھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کے لئے دنیا میں قحط اور دنیا و آخرت میں عذابِ الیم کی وعید سنائی ہے ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ

---

۱۔ سورۃ ھود، ۹۳۔

۲۔ ابو محمد عبد العظیم المنذری، الترغیب والترهیب، باب فی الترغیب فی الکذب وعقابه، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ص۹٦، رقم الحدیث ۲۳۴۴۔

يُخْسِرُوْنَ﴾[1] (بڑی خرابی ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں)۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ما نقض قوم العهد إلا كان القتل بينهم ولا ظهرت الفاحشة في قوم إلا سلط الله عليهم الموت ولا منع قوم الزكاة إلا حبس عنهم المطر)[2] (جو قوم وعدے کی پاسداری نہیں کرے گی، ان کے درمیان قتل و غارت گری شروع ہو جائے گی اور جس قوم میں زناکاری عام ہو جائے گی، ان پر اللہ تعالیٰ موت مسلط فرمادے گا اور جو قوم زکوٰۃ روک لے گی، اللہ تعالیٰ ان سے بارانِ رحمت کو روک لے گا)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لم ينقص قوم المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم ولم يمنعوا زكاة أموالهم إلا منعوا القَطْرَ من السماء ولو لا البهائم لم يمطروا)[3] (جو قوم ناپ تول میں کمی بیشی کرتی ہے، اس کو قحط سالی کی سخت مصیبتوں میں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور جو لوگ اپنے مال سے زکوٰۃ روک لیتے ہیں، ان سے بارشیں روک لی جاتی ہیں۔ اگر جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی)۔

## بے حیائی اور فحاشی سے بچنے کی تلقین کرنا:

جس معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی بدکاری اور زناکاری عام ہو جائے وہ معاشرہ بھی قدرتی آفات کا نشانہ بن جاتا ہے۔ قرآنِ کریم نے سورۂ یوسف میں مصر کے عوام اور وہاں کے حکمرانوں کی بیگمات کی اخلاقی بد حالی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے شہادت دی کہ اس بدکاری اور فحاشی کی دلدل میں پھنسے ہوئے معاشرے پر اللہ تعالیٰ نے سات سال تک قحط مسلط کئے رکھا۔[4]

---

۱- سورۃ المطففین، ۱-۳۔

۲- المنذری، الترغیب والترهیب، باب فی الترغیب فی الکذب وعقابه، رقم الحدیث ۲۳۴۴۔

۳- محمد بن یزید ابن ماجه القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب العقوبات، ناشر دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، الطبع الثالث، ۲۰۰۰ء، رقم الحدیث ۴۰۱۹۔

۴- سورۃ یوسف: ۲۲، ۳۳، ۴۸۔

## توبہ و استغفار اور نمازِ استسقاء:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے استغفار کو لازم کر لیا، اللہ اسے ہر تنگی سے نجات دیں گے اور ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے وہم وگمان بھی نہیں ہو گا۔[1]

قحط سالی میں حضرت رسولِ کریم ﷺ نمازِ استسقاء ادا کرتے اور بڑے خشوع و خضوع سے توبہ واستغفار کرتے اور دعائیں مانگتے۔ جیسے کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ (جب آپ ﷺ نمازِ استسقاء میں یہ دعائیں پڑھتے اور توبہ استغفار کرتے تو بارانِ رحمت شروع ہو جاتی)۔[2]

# قدرتی آفات اور ریاستی ذمہ داریاں:

## ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ:

قدرتی آفات سے نمٹنے کیلئے حکومتوں کو بعض خصوصی انتظامی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ریاست کو انتظامی لحاظ سے چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کر دیا حتی کہ چودہ صوبے قائم ہوئے ہر ایک صوبے کا حکمران رسول کریم ﷺ کا متعین کردہ والی ہوتا جو مارکیٹ اور بازاروں کا دورہ بھی کرتا اور تاجروں کو باقاعدہ چیک کیا جاتا تھا ناپ تول میں کمی دھوکہ و فریب نرخوں میں بے جا اضافہ ایسی چیزوں پر احتساب کیا جاتا آپ ﷺ نے بازار کے محتسب بھی مقرر فرمائے بعض اوقات خواتین کو بھی اس کام پر مامور کیا جاتا۔

سعید بن عاص کو فتح مکہ کے بعد مکہ کے بازاروں کی نگرانی پر مامور فرمایا۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے بازاروں کی نگرانی کا کام حضرت عمر فاروق کے سپرد تھا۔[3] تجارتی بدعنوانیوں کے انسداد کیلئے آپ ﷺ خود بازاروں اور منڈیوں کا دورہ فرماتے اور معاملات کی تفتیش کرنے کے بعد تنبیہ اور ضروری کاروائی فرماتے۔[4]

---

۱۔ ابن ماجہ، **کتاب الادب**، باب الاستغفار، حدیث نمبر ۳۸۱۹۔

۲۔ مثلاً ملاحظہ ہوں قحط سالی کے خاتمے کیلئے دعائیں، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستسقاء، باب الدعا اذا کثر المطر حوالینا ولا علینا، ابوداود، السنن، کتاب صلاۃ الاستسقا، باب رفع الیدین فی الاستسقاء۔

۳۔ ابن عبدالبر، **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، مطبع دار الکتب السلفیہ، ۱۹۶۰ء، ج۱، ص۱۰۷۔

۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ، **عہد نبوی میں نظام حکمرانی**، المطبعۃ الامیریۃ، بولاق، الطبعۃ الاولی ۱۳۲۱ھ، ص۲۶۸۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے زمانہ خلافت میں غلہ منڈی میں گئے اور جا کر اناج کے ڈھیروں کا معائنہ کرنے لگے۔ ایک جگہ آپ نے نہایت عمدہ اناج دیکھا اور فرمایا کہ اللہ اس غلے میں برکت عطا فرمائے اور اس کے لانے والے پر بھی رحم و کرم فرمائے۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ اس غلہ کے مالکوں نے اس کو ذخیرہ کیا ہوا تھا۔ آپؓ نے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جنھوں نے اُمت کی ضرورت کے وقت اس غلہ کو ذخیرہ کیا ہے۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ فلاں فلاں آدمی ہیں۔ آپؓ نے ان کو طلب کر کے فرمایا: "میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو آدمی امتِ مسلمہ کی ضرورت کے وقت اناج ذخیرہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ کی بیماری لگا دیں گے یا اسے غربت و افلاس میں مبتلا کر دیں گے۔"

ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے وہاں کھڑے ہی اللہ کے حضور توبہ کر لی اور آئندہ ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کا اللہ سے وعدہ کر لیا لیکن دوسرے آدمی نے کہا کہ یہ ہمارا اناج ہے، ہم جب چاہیں اور جیسے چاہیں خرچ کریں کسی کو کیا اعتراض ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو کوڑھ کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور وہ اسی حال میں مر گیا۔[1]

## کمزوروں کی کفالت:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ریاست مدینہ میں اہل ثروت سے دولت کی وصولی اور ضرورت مندوں میں اس کی تقسیم کا اہتمام کرنا سرکاری سطح پر کیا گیا اس سلسلہ میں باقاعدہ طور پر سرکاری تقرریاں کی گئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا حکم زکوۃ کی فرضیت سے بھی پہلے دیا اور مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام مرد و عورت پر فرض کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کو قحط سالی سے بچانے کیلئے عملی اقدامات فرمائے مجبور اور کمزور طبقے کی کفالت کا نظام وضع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: (انا ولی من لا ولی له)[۲] (جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست میں ہوں)۔

---

۱۔ مسند احمد، **مسند عمر بن خطاب**، ناشر دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، الطبع الثالث، ۲۰۰۰ء، ص ۱۳۰۔

۲۔ **نسائی**، کتاب الفرائض، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین، بخبر لمقداد بن معدیکرب فی توریث الخال، رقم الحدیث ۶۳۲۳۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (جو شخص اپنے مال سے زکوٰۃ نہیں دیتا، قیامت والے دن اس کے مال کو آگ کی تختیاں بنا کر اس کے دونوں پہلو، پیشانی اور کمر کو داغا جائے گا۔ یہ دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اور لوگوں کا فیصلہ ہونے تک اس کا یہی حال رہے، اس کے بعد اسے جنت یا جہنم میں لے جایا جائے گا)۔ (۱)

## اشیائے خوردونوش کا اسراف اور ضائع کرنا:

حکومتوں کے لیے اپنے تمام ذرائع بروئے کار لا کر عوام کے اندر یہ شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے وسائل ضائع نہ کریں کیونکہ کسی بھی چیز کے استعمال میں جب اسراف و تبذیر سے کام لیا جائے اور اسے ضائع کیا جائے تو اس کا نتیجہ اس شے کے قحط کے طور پر سامنے آئے گا۔ انسان کے پاس اگرچہ مال وزر کے خزانے ہی کیوں نہ موجود ہوں، اگر وہ ان کے استعمال میں اسراف سے کام لے گا تو بہت جلد ان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ مثلاً دنیا میں صاف پانی کی قلت کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے تین چوتھائی حصے کو پانی سے بھرا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس کا استعمال مناسب نہ ہو تو انسان اس کے ایک ایک قطرے کو ترس جاتا ہے۔ جن علاقوں میں پانی وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے وہاں باشندے عموماً پانی کو مفت سمجھ کر اس کا بے بہا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ پانی کی سطح وہاں آہستہ آہستہ گرنا شروع ہو جاتی ہے اور پھر سارا علاقہ پانی کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو پانی کے سلسلہ میں بھی اسراف و تبذیر سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دفعہ وہ دورانِ وضو ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ (ہاں! یہ بھی اِسراف میں شامل ہے، اگرچہ تم کسی جاری نہر کے کنارے پر ہی کیوں نہ بیٹھے ہو) یعنی پانی کو ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کیا کرو۔ (۲)

اس طرح غذائی اجناس کی حفاظت اور اسکی تقسیم کا درست انتظام بھی قحط سالی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ وقت کو غذائی اجناس کی حفاظت اور تدبیر سے خرچ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ (۳)

---

۱۔ مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث، ۲۲۹۲۔

۲۔ ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ وسننها، رقم الحدیث ۴۱۹۔

۳۔ سورۃ یوسف: ۴۷۔

## غذائی منصوبہ بندی:

قدرتی آفات بالخصوص قحط سالی کی بنا پر جب بھی کوئی بے سرو سامانی کا ماحول پیدا ہو جائے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ سرکاری خزانے سے وہ اس مشکل وقت میں متاثرین کی مدد کرے اس کی بڑی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے۔ جب ان کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے بطور سربراہ حکومت، سرکاری سطح پر غلہ تقسیم کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عملی طور پر اسوۂ یوسفی کو پیش نظر رکھتے ہوئے خشک سالی کے دوران عوام الناس میں غلہ و خوراک تقسیم فرمایا۔ اور اس کی خوب منصوبہ بندی فرمائی، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر میں منصوبہ بندی کا ذکر کیا۔ ﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ﴾ [1] (انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کرتے رہو گے تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں آئے اُسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔ پھر اس کے بعد (خشک سالی کے) سات سخت (سال) آئیں گے کہ جو (غلہ) تم نے جمع کر رکھا ہو گا وہ اس سب کو کھا جائیں گے۔ صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم اختیار سے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا اور لوگ اُس میں رس نچوڑیں گے)۔

## آفت زدہ معاشرے کی فلاح و بہبود کیلئے حکومت اور عوام کا اشتراک:

انسانی ہمدردی، اخوت اور جذبہ ایثار و قربانی کو معاشرے میں پروان چڑھا کر مصیبت و آفت زدہ رعایا کی امداد اور بحالی کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [2] (اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔)

---

۱۔ سورۃ یوسف، ۴۷۔۴۹؛ الجصاص، ابو بکر احمد الرازی، احکام القرآن، (یجب علی الامام ان یفعل مثلا ما فعله یوسف اذا اخاف هلک الناس من القحط)، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۹۹م، ج۳، ص۲۵۸۔

۲۔ سورۃ الحشر، ۹۔

نبی کریم ﷺ نے ایسے موقعوں پر کفایت شعاری کا درس دیا۔ اور فرمایا کہ ( دو افراد کا کھانا تین افراد کیلئے کافی ہے اور تین کا چار کیلئے کافی ہے)۔ (۱)

مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط سالی یا قدرتی آفات کے وقت حکومت عوام میں سے صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کر سکتی ہے اور کسی قدر انھیں اس فلاحی کام میں شامل ہونے کیلئے مجبور بھی کر سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے قحط سالی کے دوران ہر گھر میں اہل خانہ کی تعداد کے برابر قحط زدہ افراد کو داخل فرمادیا، اور فرمایا کہ آدھی غذا کر دینے سے کوئی شخص نہیں مرے گا۔ (۲)

آنحضرت ﷺ کے ایسے عملی اقدامات کیلئے اخوت مدینہ منورہ اور اصحاب صفہ کی امثلہ آج کے معاشرہ کیلئے مینارۂ نور ہیں۔ (۳)

## عوامی نقصانات کی تلافی کیلئے ریاستی ذمہ داریاں:

قحط سالی / قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصانات پورا کرنے کے حوالے سے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں چند ایک کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے:

۱۔ اگر خرید کردہ مال قبضہ سے قبل ہی کسی قدرتی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو حاکم اس نقصان کے برابر قیمت کم کرنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت کم کرنے کا فیصلہ کیا۔ امام مالک

---

۱۔ مالک، **موطا**، کتاب الجامع، باب ما جاء فی الطعام والشرب، مطبعہ دار السلام للنشر والتوزیع، مصر، ۲۰۰۲م، ص۷۱۶۔

۲۔ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج۲، ص۲۱۹۔

۳۔ مزید مطالعہ کے لئے، مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، ص۹۸۴-۹۸۵؛ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ص۲۹۱؛ کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام، رقم۲۴۸۴-۸۵؛ کتاب التفسیر، باب النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔

فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ امام مالک مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ نقصان جس کی وجہ سے (قیمت) کم کی جاتی ہے وہ مال کا ایک تہائی یا اس سے زائد ہے، اس سے کم نقصان میں تباہی اور آفت نہیں مانی جائے گی۔ [1]

۲۔ اگر خریدا ہوا سارا مال تلف ہو جائے تو حکومت بائع کو مشتری سے قیمت وصول کرنے سے روکے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو۔ پھر ان پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو اس (مشتری) سے (قیمت میں سے) کچھ وصول کرے۔ تم اپنے بھائی کا مال (بطور قیمت) کسی حق کے بغیر کس چیز کے عوض لوگے؟)۔[2] اسی بات کو دوسری حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے: (عن جابر بن عبد الله ان النبیﷺ امر بوضع الجائحة)[3] (حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قدرتی آفات سے ہونے والے نقصانات کو وضع کرنے یعنی گرانے کا حکم دیا ہے)۔

۳۔ آفت زدہ فرد یا گروہ اگر قرض کے بوجھ تلے دب جائے تو حکومت خوشحال لوگوں کو مقروض کی مدد کے لئے فرمان جاری کرے۔ لیکن اگر عوام کی مدد سے بھی آفت زدہ کا قرض نہ اترے تو پھر قرض خواہ سے معاف کروایا جائے۔ ان دونوں نکات پر درج ذیل حدیث مبارکہ دلیل ہے:

(عن ابی سعید الخدری قال اصیب رجل فی عهد رسول اللهﷺ فی ثمار ابتاعها فکثر دینه فقال رسول اللهﷺ تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذالک وفاء دینه فقال رسول اللهﷺ لغرمائه خذوا ما وجدتم ولیس لکم إلا ذالک)[4]

---

۱۔ مالک، موطا، کتاب البیوع، باب الجائحة فی بیع الثمار والزرع، ناشر دار السلام للنشر والتوزیع ریاض، السعودیہ، الطبع الثالث، ۲۰۰۰م، ص ۵۷۲۔

۲۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب المساقاة والمزارعة، باب وضع الجوائح، ص ۹۴۸۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

(حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کے پھلوں پر ناگہانی آفت آگئی جن کو اس نے خریدا تھا۔ پس اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس (آفت زدہ) کو صدقہ دو۔ سو لوگوں نے اس پر صدقہ کیا۔ لیکن وہ رقم قرض اتارنے کے لئے کافی نہ تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے فرمایا: تمہیں جو مل گیا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا)۔

۵۔ قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے ذمہ ہے کیونکہ مصالح شریعت کا تحفظ کرتے ہوئے حفظ جان و مال اس کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اب اسلامی حکومت کو اس کے لئے مختلف تدابیر تلاش کرنا ہوتی ہیں۔

اہل مغرب نے آفات و حوادث کے نقصانات سے بچنے کی خاطر اپنے ہاں بیمہ کا نظام جاری کیا اور پھر اس کی متعدد شکلیں بنتی گئیں۔ موجودہ دور میں اس کا جو نظام اسلامی ممالک میں بھی مروج ہے، اس میں اگر مناسب ترامیم کر کے اسے اسلامی احکام کے مطابق کر لیا جائے، تو اسلامی ریاست میں اس تدبیر سے بھی مستقل بنیادوں پر قدرتی آفات وغیرہ کی صورت میں ہونے والے نقصانات کی تلافی ہوتی رہتی ہے۔

اگر حکومت بیمہ کے نظام کو شرعی مفاسد سے پاک کرتے ہوئے آسان اور ہر کسی کے پہنچ کے مطابق بنا کر بطور قانون نافذ کر دے، تو اس سے قدرتی آفات کے وقت مدد مل سکتی ہے اور نقصانات کی تلافی بر وقت ہو سکتی ہے۔

اس موجودہ نظام بیمہ کے علاوہ اسلام اور شریعت اسلامیہ اس وقت سے اپنے افراد کو ایک مخصوص طریقے سے انشورنس پالیسی دے چکی ہے، جب مغرب ابھی اس سے واقف بھی نہ تھا۔ وہ اس طرح کہ اسلامی ریاستوں میں بیت المال شرکۃ التامین یعنی بیمہ کمیٹی کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ حوادث زمانہ کا شکار ہر شخص اس کی پناہ لیتا ہے پس وہ اس میں مدد اور ٹھکانہ حاصل کر لیتا ہے۔[1] گویا اسلام کا معاشی نظام ایک قابل عمل انشورنس نظام فراہم کرتا ہے مگر معاشی مسائل کے حل کے لئے اس کو فعال بنا لینا کافی ہے یعنی معمول کے مطابق چلنے والے نظام زکوٰۃ و صدقات وغیرہ میں بھی اتنی صلاحیت رکھی گئی ہے کہ مشکل حالات میں زندگی کا تحفظ کیا جا سکے۔

---

۱۔ یوسف القرضاوی، **فقہ الزکاۃ**، دار الارشاد للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، ج ۲، ص ۹۰۷۔

## آفت زدگان کی آبادکاری کے لئے اقدامات:

کسی قدرتی آفت کی وجہ سے اگر مکانات وغیرہ گر جائیں جس طرح کہ زلزلہ و سیلاب وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے تو یہ بڑا ضروری ہو جاتا ہے کہ متاثرین کو جلد از جلد رہائش جیسی بنیادی ضرورت فراہم کی جائے تاکہ وہ موسم کی شدت سے بچ سکیں اس چیلنج کو پورا کرنے کے لئے ایک اسلامی ریاست میں جو اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلے حکومتِ اسلامی کی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود وسائل اس مقصد کیلئے خرچ کرے، اگر یہ وسائل ناکافی ہوں تو متمول افراد پر وقتی طور پر اضافی ٹیکس لگا کر فی الفور متاثرین کو تمام بنیادی ضروریات فراہم کرے کیونکہ اگر زکوٰۃ وغیرہ سے آفت زدگان کی معاشی حالت کو سنبھالا نہ دیا جا رہا ہو، تو حکومت اغنیاء کو مجبور کر سکتی ہے کہ اپنے مسلمان متاثر بھائیوں کی مدد کریں اور انہیں خوراک، لباس اور رہائش فراہم کریں۔ (۱)

۲۔ رعایا میں جذبہ احسان اور ایثار و قربانی کو پروان چڑھا کر متاثرین کی آبادکاری میں مدد لی جاسکتی ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے قائم کی، مواخاۃ مدینہ کو اسلام کے اجتماعی نظام تکافل کا ایک عملی نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس کے ذریعے مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہو گیا اور متعلقہ معاشی مسائل حل ہو گئے اور قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے اسباب اللہ تعالیٰ نے اس عقد مواخاۃ کے ذریعے پیدا کر دیے۔ یوں وقتی بے روزگاری کا علاج تلاش کر لیا گیا اور معاشی وسائل کا مناسب استعمال کرایا گیا۔ (۲)

اسوۂ رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی تقاضوں کے مطابق حکمت و بصیرت سے کام لیتے ہوئے جیسے بھی ممکن ہو آفت زدہ لوگوں کی آبادکاری کا اہتمام کرنا ایک ضروری اور فوری قدم ہے۔

---

۱۔ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **الاصابة فی تمییز الصحابة**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۲، ص ۲۱۹۔

۲۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری، **نبی اکرم ﷺ کی معاشی زندگی**، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ص ۱۷۰ - ۱۷۱۔

قدرتی آفات اور خصوصی حالات میں طبی امداد کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ غزوات کے موقع پر رسول گرامی حضرت محمد ﷺ نے ازواج مطہرات اور خواتین کو بھی مرد زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ جب جہاد کرتے تھے تو آپ کے ساتھ حضرت ام سلیم اور انصار کی کچھ عورتیں بھی ہوتی تھیں پس وہ (مجاہدین کو) پانی پلاتی اور زخمیوں کو دوائیں دیتی تھیں)۔ [1]

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ ہے: (عن ربیع بنت معوذ بن عفراء قالت: کنا نغزو مع رسول اللہ ﷺ نسقی القوم ونخدمھم ونرد القتلی والجرحی الی المدینۃ)[2] (ربیع بنت معوذ بن عفراء سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کیا کرتی تھیں ہم لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور مقتولوں اور زخمیوں کو مدینہ لایا کرتی تھیں)۔

یعنی ہنگامی حالات میں عفت و پاکدامنی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرورت پڑے تو خواتین سے بھی معاونت لی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے انہیں مناسب تربیت دی گئی ہو۔

رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ متاثرین قدرتی آفات کو ضرورت اور موقع محل کے مطابق طبی امداد فراہم کرنا ضروری ہے۔ ایسے مواقع پر ضروری اقدامات کی اہمیت کے ضمن میں جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح کھانے پینے کی چیزوں میں مجبور شخص کی جان بچانے کی حد تک مدد کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اسے ڈوبنے یا جل جانے جیسی تمام ہلاکتوں سے بچانا صاحب قدرت شخص پر واجب کفایہ ہے یعنی اگر قدرت رکھنے والوں میں سے کوئی اس فریضے کو انجام دے دیں تو باقی بری الذمہ ہو جائیں گے وگرنہ تمام صاحب استطاعت افراد گناہ گار ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں ان مجبوروں اور بے کسوں کی امداد و معاونت نہ صرف حکومتی بلکہ عوام کی بھی ذمہ داری ہے۔

---

۱۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، رقم الحدیث ۱۰۰۲۔

۲۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، باب هل یداوی الرجل المرأة والمرأة الرجل، رقم الحدیث ۴۸۶۔